ستائیسواں فقہی سمینار

منعقدہ: ۶ تا ۸ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵ تا ۲۷ نومبر ۲۰۱۷ء، حج ہاؤس، ممبئی

☆ طلاق اور اس سے پیدا ہونے والے سماجی مسائل

☆ عصری تعلیمی اداروں سے متعلق شرعی مسائل

☆ مکانات کی خرید وفروخت سے متعلق نئے مسائل

☆ حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

سوالنامہ:

طلاق اور اس سے پیدا ہونے والے سماجی مسائل

انسان کو اللہ تعالی نے جو امتیازات عطا فرمائے ہیں، اس میں ایک خاندان بھی ہے، والدین کے نکاح کے ذریعہ دادیہال اور نانیہال نیز خود اپنے نکاح کے ذریعہ سسرال وجود میں آتا ہے، ان تینوں خاندانوں کے ذریعہ انسان کو رشتہ داروں کا ایک بڑا حلقہ حاصل ہوتا ہے، جو مصیبتوں میں کام آتا ہے، جن کی دلداری سے غم انگیز حالات میں دل کا بوجھ کم ہوتا ہے، اور خوشی کے مواقع پر خوشیاں دوبالا ہوجاتی ہیں، اگر آپس میں اختلاف ہو تو سب لوگ مل کر اس کو رفع دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں، آئندہ نسلوں کا رشتہ طے کرنے میں سہولت ہوتی ہے، اسی لئے قرآن مجید نے خاندان کو ایک نعمت قرار دیا ہے، اور اپنے جن احسانات کو شمار کرایا ہے، اس میں ایک خاندان کا وجود بھی ہے (الفرقان: ۵۴)۔

خاندانی نظام کا استحکام بے حد اہم ہے اور خاندان کا ٹوٹ اور بکھر جانا اسی قدر نقصان دہ ہے، موجودہ مغربی تہذیب نے شخصی آزادی کے تصور کو اتنی وسعت دے دی کہ افراد پر خاندان کی گرفت کمزور ہوگئی، خاص کر طلاق کے واقعات بہت بڑھ گئے، اور اب خود مغربی معاشرہ اس نقصان کو محسوس کر رہا ہے؛ لیکن اب وہ اتنی دور جا چکا ہے کہ اس کی واپسی دشوار ہے، اس پس منظر میں کچھ اہم سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- آج کل لڑکے اور لڑکیاں اپنی پسند کے رشتے کرنا چاہتے ہیں، ایک طرف بعض اوقات وہ والدین کی مرضی اور ان کے مشورہ کو بالکل ہی نظر انداز کر دیتے ہیں، دوسری طرف بعض والدین بچوں کے لئے ایسے رشتوں کا انتخاب کرتے ہیں، جو خود ان کے انتخاب کے بالکل ہی برخلاف ہوتے ہیں، اس سلسلے میں صحیح رویہ کیا ہے؟ کیا شرعاً رشتہ نکاح کے معاملے میں لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے والدین کی مرضی قبول کرنا واجب ہے؟ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو کیا وہ گنہگار ہوں گے؟۔

۲- طلاق کے واقعات میں بہت سی دفعہ والدین کا اصرار بھی شامل ہوتا ہے، تو کیا ماں باپ کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ بہو کو ناپسند کرنے کی وجہ سے بیٹے کو مجبور کریں کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے، اور کیا بیٹے پر اپنے ماں باپ کی اس بات کو ماننا ضروری ہے؟

۳- اس وقت عدالتوں سے مطلقہ کے لئے نفقہ کا فیصلہ ہو رہا ہے، ظاہر ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے صرف عدت ہی کا نفقہ سابق شوہر پر واجب ہوتا ہے، تو کیا مطلقہ کے لئے بعد از عدت نفقہ کے لئے عدالت سے رجوع کرنا شرعاً درست ہے؟ اور اگر کسی مسلمان عورت کے حق میں عدالت کی طرف سے اس طرح کا فیصلہ ہوجائے تو عورت کے لئے سابق شوہر کی طرف سے ہدیہ یا گورنمنٹ کی طرف سے اعانت سمجھ کر عدالت کی مقرر کردہ رقم قبول کرنے کی گنجائش ہوگی؟ اور کیا اس سلسلہ میں بے سہارا مطلقہ اور اس مطلقہ کے حق میں کوئی فرق ہوگا، جس کے نفقہ کا انتظام اس کے خاندان کے لوگ کر رہے ہوں؟

۴- اگر کسی عورت کو طلاق ہوگئی ہو تو اس کا دوسرا نکاح کرانے کی ذمہ داری کن لوگوں پر ہوگی؟ کیونکہ یوں تو نکاح میں کسی بڑے خرچ کی ضرورت نہیں؛ لیکن معاشرے کی بگاڑ کی وجہ سے عملی صورت حال یہ ہے کہ کثیر اخراجات کے بغیر لڑکیوں کی شادی نہیں ہو پاتی؛ چہ جائے کہ

ایک مطلقہ عورت کی۔

۵-بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ طلاق کے بعد عورت اپنی معاشی ضروریات کے لئے مجبور ہوجاتی ہے، پھر اسے ہی اپنے بچوں کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے؛ اس لئے اس کی وضاحت کی جائے کہ مطلقہ عورتوں کا نفقہ کن رشتہ داروں پر واجب ہوگا؟ اور اگر وہ نفقہ ادا نہیں کر رہا ہے تو اب اس کی گذر اوقات کی کیا صورت ہوگی؟

٦-شرعاً کن حالات میں کس عورت کو طلاق دینا جائز ہے؟ خاص کر ہندوستان کے پس منظر میں اس کی وضاحت فرمائیں؛ کیونکہ اسلامی تعلیمات سے دوری، لڑکیوں کا رشتہ حاصل کرنے میں مشکلات، شادی کی گراں باری، شرعی طریقے پر نزاعات کے حل کرنے والے اداروں کی قوت تنفیذ سے محرومی اور مطلقہ عورتوں کی بے سہارا زندگی کی وجہ سے فتنہ کے اندیشوں نے یہاں کے حالات کو قدیم مسلم معاشرہ اور عرب ممالک کے حالات سے بہت مختلف بنادیا ہے۔

۷-تین طلاق کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: ایک یہ کہ تین کے عدد کی صراحت کے ساتھ طلاق دی جائے، اس سلسلے میں جمہور کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، دوسری صورت یہ ہے کہ لفظ طلاق یا جملہ طلاق کی تکرار ہو، اس صورت میں اگر مرد اقرار کرتا ہے کہ وہ تین طلاق ہی دینا چاہتا تھا، تب تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ میرا مقصد ایک ہی طلاق دینا ہے، دوسری اور تیسری بار میں نے تاکیداً کہا ہے، یا میں نے سمجھا تھا کہ تین بار کہنے سے ہی طلاق واقع ہوتی ہیں؛ مگر میرا ارادہ تین طلاق دینے کا نہیں تھا، تو اس صورت میں بعض فقہاء کے یہاں مطلقاً اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور احناف کے یہاں قول دیانت اور قول قضا کا فرق کیا گیا ہے، فی الحال بعض اہل افتاء قول دیانت پر فتوی دیتے ہیں، اور بعض قول قضا پر، اس مسئلہ میں کون سا نقطہ نظر زیادہ درست ہے؟

اس سلسلہ میں فقہاء کا ایک قول "المرأة کالقاضی" بھی پیش کیا جاتا ہے، نصوص شرعیہ میں اس کی کیا بنیاد ہے؟ کیا یہ صاحب مذہب اور ان کے اصحاب کا قول ہے؟ یا متقدمین کا؟ یا متأخرین کا؟ اور اس ضابطہ فقہیہ کا منشا کیا ہے؟

۸-کبھی کبھی یہ صورت بھی پیش آتی ہے کہ الفاظ طلاق کے تکرار کی صورت میں جب طلاق دینے والے سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ دوسری اور تیسری بار بولے گئے الفاظ سے تمہاری نیت پہلے والی طلاق کو موکد کرنا تھا یا مزید دو طلاقیں دینی تھیں تو وہ کہتا ہے کہ میری کوئی نیت نہیں تھی، ایسی صورت میں کیا حکم ہوگا اور کتنی طلاقیں پڑیں گی؟

☆☆☆

سوالنامہ:

عصری تعلیمی اداروں سے متعلق شرعی مسائل

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن وحدیث اور احکام شرعیہ کی تعلیم کو تمام دوسرے علوم پر فضیلت حاصل ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی زندگی میں جن علوم کی ضرورت پیش آتی ہے، وہ سب علم نافع میں شامل ہیں، اور ضروری ہے کہ مسلمان اپنے دینی تعلق کو قائم رکھتے ہوئے ان علوم میں آگے بڑھیں؛ تاکہ وہ ایک باعزت قوم کی حیثیت سے دنیا میں زندگی گزار سکیں، اور انسانیت کی خدمت کرسکیں، اس کے لئے اس تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے، جس کو آج کل عصری تعلیم یا انگریزی تعلیم کہا جاتا ہے، لیکن افسوس کہ یہ نظام تعلیم مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں ہے، اب تو مغربی ملکوں میں بھی اور ہمارے ملک میں بھی تعلیم کو خدا بیزاری کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے، مسلمان ایک مشکل صورت حال سے دو چار ہیں کہ انہیں اپنی نسلوں کو دین پر ثابت قدم رکھنا بھی ضروری ہے اور زیور تعلیم سے بھی آراستہ کرنا ہے۔

اس پس منظر میں کچھ اہم سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

۱- ایسے اسکول قائم کرنے کا کیا حکم ہے، جن کے اندر اسلامی ماحول میں مطلوبہ معیار تعلیم کے مطابق عصری علوم پڑھائے جائیں، یہ واجب یا مستحب کے درجہ میں مطلوب ہیں یا صرف مباح ہیں، یا مکروہ وناپسندیدہ؟

۲- ایسے ادارے اگر مسلمانوں کے زیر انتظام ہوں تو نصاب تعلیم میں کن امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے؟ بعض اسکولوں میں غیر شرعی افکار مثلاً ڈارون ازم، فرائڈ کا نظریہ جنس، غیر اخلاقی مضامین مثلاً میوزک، ڈانس، جنسی تعلیم اور تاریخ کے نام پر غیر معقول دیومالائی کہانیاں پڑھائی جاتی ہیں تو کیا مسلمان اپنے زیر انتظام تعلیمی اداروں میں ان مضامین کو پڑھا سکتے ہیں، خاص طور سے اس وقت جبکہ ان میں سے بعض مضامین کا پڑھانا اسکولوں کے لئے لازم ہو؟

۳- نصاب تعلیم کے مذکورہ مفاسد سرکاری تعلیمی اداروں میں زیادہ ہوتے ہیں، جہاں ان بچوں کے لئے تعلیم کا حصول آسان ہوتا ہے، جو بھاری فیس ادا نہیں کرسکتے، اسی طرح بعض مقامات پر ایسے اسکول نہیں ہیں، جو مسلمان انتظامیہ کے تحت چلتے ہوں، وہ عیسائی مشنری یا سنگھ پریوار کے تحت چلنے والے ادارے ہوتے ہیں، قریب میں مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والا اسکول نہیں ہوتا، جس میں مسلمان اپنے بچوں کو تعلیم دلاسکیں، ایسی صورت میں کیا مسلمانوں کے لئے ان اسکولوں میں اپنے بچوں کو تعلیم دلانا جائز ہوگا، اور اگر مجبوری میں ایسے اداروں میں تعلیم کے لئے داخل کرنا پڑے تو بچوں کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے والدین پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

۴- عصری درسگاہوں کے اندر شروع سے آخر تک یا کم سے کم ابتدائی درجات میں مخلوط تعلیم کا نظام ہوتا ہے، لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ کلاسوں میں پڑھتے ہیں، کھیل کے میدان میں اور چائے خانوں میں آپس میں ملتے جلتے ہیں، مخلوط نظام تعلیم کا ایک سبب تو مادیت، دین بیزاری اور اخلاقی انحطاط ہے، وہیں دوسرا سبب یہ ہے کہ جداگانہ نظام تعلیم میں زیادہ اساتذہ، عملہ، کلاس روم وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے، اور بعض دفعہ انتظامیہ اس کا نظم کرنے سے قاصر ہوتی ہے، تو کیا ان دونوں میں سے کسی سبب کے تحت مخلوط تعلیم کا نظام

درست ہے؟ اور نہیں تو کس عمر یا کس کلاس سے طلبہ وطالبات کی الگ الگ جماعتیں رکھنا ضروری ہوگا؟

۵- جداگانہ نظام کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

☆ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے الگ الگ بلڈنگ ہو۔

☆ دونوں کے لئے الگ الگ کلاس روم ہوں، داخل ہونے اور نکلنے کے دروازے اور قضائے حاجت کے مقامات الگ ہوں، لیکن بلڈنگ ایک ہی ہو۔

☆ -ایک ہی بلڈنگ اور ایک ہی کلاس روم ہو، لیکن طلبہ وطالبات کی نشستوں کے درمیان مستقل یا عارضی ایسی دیواریں ہوں کہ ایک استاذ دونوں کو پڑھا سکے، یا آگے لڑکوں کی نشستیں ہوں اور پیچھے لڑکیوں کی نشستیں ہوں، باقی آمدورفت کے راستے وغیرہ الگ الگ ہوں۔

جداگانہ نظام تعلیم کی ان صورتوں میں کون سی صورت ضروری اور کون سی صورت جائز ہوگی؟

۶- ان اسکولوں میں داخلے کے لئے ایک خاص عمر بھی لازم کردی گئی ہے، مثلاً نرسری میں صرف وہ بچہ داخل ہوگا جو چار سال سے کم عمر کا ہے، اب اگر کوئی بچہ عمر کی اس حد کو پار کر چکا ہے تو سرپرست ایسے بچے کی عمر کم کر کے لکھواتے ہیں اور والدین جھوٹا حلف نامہ داخل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ بچہ صرف تین سال کا ہے، پھر ساری عمر اس کی یہی غلط تاریخ پیدائش ہر جگہ درج ہوتی رہتی ہے۔

اس سلسلے میں شرعی حکم کیا ہوگا؟ کیا عمر کا یہ غلط اندراج کرانا درست نہیں ہوگا؟ اسکول والوں کی طرف سے اس شرط کو ناواجبی مان کر ایسا کرنے کی گنجائش ہوگی؟

۷- ان اسکولوں میں داخل ہونے والے بچوں کے لئے مخصوص لباس -یونیفارم- لازم ہے، اس میں بعض ادارے ٹائی کو لازم کرتے ہیں، لڑکیوں کو اسکرٹ پہننی ہوتی ہے اور لڑکوں کو نیکر پہننا ضروری قرار دیتے ہیں، اگر کوئی طالب علم شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ساتر لباس پہنے، یا کوئی طالبہ برقعہ پہننا چاہے تو اس کو خلافِ ڈسپلن کہہ کر باہر کردیا جاتا ہے، اب تو بعض اسکولوں میں اسکارف پہننے کو بھی منع کیا جاتا ہے، یہ مسلمانوں کے زیر انتظام اسکولوں میں ہوتا ہے، اور غیر مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والے اسکولوں میں بھی، تو سوال یہ ہے کہ یونیفارم مقرر کرنے کے کیا اصول وضوابط ہوں گے، جو شریعت کے مطابق بھی ہوں اور ایسے دیدہ زیب بھی ہوں کہ دوسرے اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے یونیفارم دیکھ کر اسلامی اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں، نیز اگر اسکول کا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہو اور اسلامی اسکول موجود نہ ہوں تو مسلمان طلبہ و طالبات اور ان کے اولیاء کے لئے کیا حکم ہوگا؟

۸- ان اسکولی طلباء سے داخلہ فیس، ماہانہ فیس، ٹرم فیس، ٹرانسپورٹ فیس، مطبخ فیس، امتحان فیس وغیرہ کے نام سے مختلف فیسیں لی جاتی ہیں اور داخلہ فیس کی مقدار بعض اوقات بہت زیادہ ہوتی ہے، یہ رقم تعمیر، اسٹیشنری، تزئین کاری اور جدید وسائل مثلاً کمپیوٹر لیب وغیرہ خریدنے میں بھی صرف ہوا کرتی ہے، داخلہ فیس دینے والا فیس دے کر محدود عرصہ تک اس سے مستفید ہوتا ہے پھر وہ اسکول سے چلا جاتا ہے، فیس کی بڑھتی ہوئی اس مقدار نے غریب ہی نہیں متوسط طبقہ کے لوگوں کے لئے بھی اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا مشکل سے مشکل تر کردیا ہے، تو کیا تعلیم کو خدمت کے بجائے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ نفع دینے والی تجارت بنالینا جائز ہے؟ نیز ان میں بعض اسکول تو شخصی ہوتے ہیں اور بعض تعلیمی اور رفاہی اداروں کے تحت چلتے ہیں؛ لیکن ان سے حاصل ہونے والے پیسوں سے غریب بچوں کو تعلیمی سہولت فراہم کرنے کے بجائے بلڈنگوں کو وسعت دینے اور خوب صورت بنانے میں خرچ

کردیا جاتا ہے، اسلام اس کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟

۹- اس سلسلہ میں ایک قابل توجہ مسئلہ یہ بھی ہے کہ ماہانہ فیس لے کر بعض دفعہ طالب علم کسی وجہ سے غیر حاضر ہوجاتا ہے، مگر اس کا ٹیچر کلاس میں آتا رہا ہے تو کیا غیر حاضر طالب علم سے ماہانہ تعلیم وغیرہ کی فیس یا ٹرانسپورٹ فیس لینا درست ہوگا؛ حالانکہ دونوں نے اس سے استفادہ نہیں کیا ہے؟

۱۰- عصری تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے والے بہت سے بچے غریب ہوتے ہیں، جو اپنی تعلیم کے اخراجات کے متحمل نہیں ہوتے تو کیا ایسے بچوں پر زکوۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے؟

۱۱- بعض سرکاری اور پرائیویٹ اسکولوں میں مشرکانہ ترانے، وندے ماترم یا گیتا کے اشلوک شروع میں پڑھوائے جاتے ہیں، سوریہ نمسکار کرایا جاتا ہے، یوگا کرایا جاتا ہے، جس کا ایک جز سوریہ نمسکار بھی ہے، کہیں طلبہ پر اس کو لازم کردیا گیا ہے، کہیں اس کی ترغیب دی جاتی ہے اور اس کے لئے ماحول سازی کی جاتی ہے، بعض ریاستوں میں خود ریاستی حکومت نے اسکولوں پر اس کا آرڈر جاری کردیا ہے، مشنری اسکولوں میں حضرت عیسی علیہ السلام کی فرضی تصویر یا مجسمہ کے سامنے دعا کرائی جاتی ہے، اور اگر چہ اس کو لازم نہیں کیا جاتا ہے؛ لیکن ترغیب دی جاتی ہے، یہاں تک کہ بعض مسلمان انتظامیہ اسکول میں زیادہ داخلے کی لالچ یا حکومت کو خوش کرنے کے لئے اس طرح کا عمل کراتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ:

☆ اگر سرکاری اداروں میں جبری طور پر یہ عمل ہو تو مسلمانوں کے لئے کیا حکم ہے؟

☆ اگر سرکاری اداروں میں اختیاری طور پر اس کی ترغیب دی جائے تو ایسے اسکولوں میں بچوں کو داخل کرنے کا کیا حکم ہے؟

☆ اگر غیر مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والے پرائیوٹ اداروں میں اس کو لازم قرار دیا جائے اور اس کے سوا کوئی اور ادارہ نہ ہو تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

☆ اگر غیر مسلم پرائیویٹ ادارہ ہو اور اس میں بطور ترغیب کے ان کاموں کے کرنے کا حکم دیا جائے تو کیا حکم ہوگا؟

☆ ان تمام صورتوں میں اگر دوسرے ایسے ادارے موجود ہوں جو ان برائیوں سے پاک ہوں اور وہاں داخلہ ہوسکتا ہے تو ان مشرکانہ افعال کو لازم کرنیوالے یا ترغیب دینے والے ادارے میں مسلمان بچوں کو داخل کرنا جائز ہوگا؟

☆ کیا مسلمان انتظامیہ کے لئے اس بات کی گنجائش ہوگی کہ وہ اسکول کی ترقی کی مصلحت کے تحت اپنے یہاں ان چیزوں کو رواج دیں، یا مسلمان بچوں کو ان سے الگ رکھیں اور صرف غیر مسلم بچوں کے لئے اس کا انتظام کریں۔

۱۲- عالمی سطح پر یہ رجحان پروان چڑھ رہا ہے کہ بچوں کو جنسیات کی تعلیم بھی دینی چاہئے، ہمارے ملک کے نصاب میں اس مضمون کو بھی شامل کردیا گیا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں بھی اس کو لازم کردیا جائے، اس کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بڑھتی ہوئی اخلاقی بے راہ روی کی وجہ سے زنا اور خلاف فطرت فعل وغیرہ کے واقعات بڑھتے چلے جارہے ہیں، اور اس کی وجہ سے مختلف بیماریاں پیدا ہورہی ہیں، اس لئے طلبہ وطالبات کو جنس کی حقیقت سمجھائی جائے اور اس کی آڑ میں محفوظ سیکس کی تعلیم دی جائے تاکہ وہ بدکاری سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے محفوظ رہیں، یہ افسوس کی بات ہے کہ اخلاقیات کی تعلیم دینے اور برائی سے بچانے کے بجائے برائی کے محفوظ راستے تلاش کئے جارہے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر حکومت اس کو لازم کردے تو اسکولوں میں اس کی تعلیم دینے یا اپنے بچوں کو داخل کرنے کے کیا احکام ہوں گے؟ کیا یہ بات مناسب ہوگی کہ حکومت سے کہا جائے کہ ہم بچوں کو اسلامی اقدار کی روشنی میں جنسیات کی تعلیم دیتے ہیں، اور مسلمان تعلیمی ادارے ایسی کتاب مرتب کریں جس میں بلوغ اور قریب

البلوغ لڑکوں اورلڑکیوں سے متعلق شرعی احکام، اخلاقی ہدایات، عفت وپاکیزگی کی اہمیت اور بے عفتی پر اخروی نقصان کے ساتھ ساتھ دنیوی مضرتوں کو واضح کیا جائے؟

۱۳- عصری اسکولوں میں تفریحی، طبی سرگرمیوں کے نام پر وقتاً فوقتاً بچوں کی دوڑ، سائیکل ریس، دوسرے شہروں کی سیر اور مختلف کھیلوں کے مقابلے کرائے جاتے ہیں جس میں طلبہ وطالبات کا اختلاط بھی ہوتا ہے، اس کے لئے شرعی حکم کیا ہوگا؟ کیا مسلمان انتظامیہ کو اختلاط سے بچاتے ہوئے دونوں صنفوں کے لئے ان کاموں کو کرانا چاہئے؟

۱۴- ثقافتی پروگرام کے عنوان سے تقریریں، ڈرامے اور مکالمے کرانے کا سلسلہ بھی اسکولوں میں عام ہے، اس میں طالبات کو بھی تقریروں اور ڈراموں میں شریک کیا جاتا ہے، اس کے متعلق کیا شرعی حکم ہوگا؟

۱۵- نصاب تعلیم میں ابتدائی درجات کے بچوں کے لئے ایسی کتابیں- جن میں جانوروں کی تصاویر اور اعضاء انسانی کی تصاویر ہوتی ہیں- نصاب میں شامل کرنا درست ہے، کیا تعلیمی مقاصد کے لئے کسی چیز پر نقش کئے بغیر ڈیجیٹل تصویر کے ذریعہ کام لیا جاسکتا ہے؟ اسی طرح آج کل ابتدائی درجات کے بچوں کے لئے پلاسٹک یا لکڑی کے مجسمے- جو جانوروں کے بھی ہوتے ہیں- کلاسوں میں رکھے جاتے ہیں؛ تاکہ بچے جانوروں کے نام پڑھتے ہوئے ان کے مجسمے بھی دیکھ لیں، اس کو جدید طریقہ تعلیم میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے، کیا یہ مجسمے کلاسوں میں مہیا کرنا جائز ہوگا؟

۱۶- آج کل عصری تعلیمی اداروں میں طالبات کو بھی وہی مضامین پڑھائے جاتے ہیں جو طلبہ کے لئے ہوتے ہیں، ان کو ایسے مضامین کی تعلیم نہیں دی جاتی، جو ان کی ضرورتوں سے متعلق ہو، جیسے: سلائی، کڑھائی، پکوان، امور خانہ داری میں مہارت، اور اولاد کی تربیت وغیرہ، جو ادارے مسلمان انتظامیہ کے تحت چلتے ہیں، وہ لڑکیوں کے لئے ان امور کی تعلیم کا انتظام کر سکتے ہیں، تو کیا ان کو اس طرح کا انتظام کرنا چاہئے، اور چاہئے تو کیا اسے واجب یا مستحب کا درجہ دیا جاسکتا ہے؟

۱۷- یہ بات ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کے لئے دین کی بنیادی واقفیت ضروری ہے، پہلے بچے پانچ چھ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر میں اسکول میں داخل کئے جاتے تھے، اور ابتدائی جماعتوں میں تعلیم کا بوجھ بھی کم ہوا کرتا تھا؛ اس لئے گھر میں بچوں کی بنیادی تعلیم ہوجایا کرتی تھی، خود ماں باپ میں بھی اتنی صلاحیت ہوتی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو پڑھالیں؛ لیکن مادیت کے غلبہ اور مغربی نظام تعلیم نے اس اہم فریضہ سے نہ صرف لوگوں کو غافل کردیا ہے؛ بلکہ اب اس کی ضرورت واہمیت بھی دلوں سے رخصت ہوگئی ہے، اس پس منظر میں ضروری ہے کہ مسلمان اسلامی ماحول کے ساتھ عصری وتعلیمی ادارے قائم کریں اور ان میں ضروری حد تک بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کریں۔

سوال یہ ہے کہ ایسے اسکولوں میں کس حد تک دینی تعلیم شرعاً ضروری ہے؛ تاکہ طلبہ وطالبات بقدر واجب دینی تعلیم حاصل کرلیں، اور دوسرے مضامین کی تعلیم بھی متاثر نہ ہو؟

۱۸- اساتذہ کے تقرر میں مرد معلمین اور خواتین معلمات کا مسئلہ بہت ہی اہم ہے، بالغ لڑکے اور بالغ طالبات کے لئے جنس مخالف میں سے ٹیچر مقرر کرنے کے متعلق شرعاً کیا حکم ہوگا، یہ مسئلہ اس صورت میں مزید اہم بن جاتا ہے جب خاتون معلّمہ کم تنخواہ پر مہیا ہو اور اسکول کی مالی حالت کا تقاضا ہو کہ وہ ان کی خدمت سے استفادہ کرے تو کیا ایسی صورت میں مخالف جنس ٹیچر کا تقرر درست ہوگا؟

۱۹- اسی طرح اسکولوں کی تعلیمی اور دوسری سرگرمیوں کے معائنہ کے لئے محکمہ تعلیم کی طرف سے وقتاً فوقتاً معائنہ کرنے والے آتے رہتے ہیں، اور وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ کلاس روم کی وسعت، باتھ روم، بچوں کے لئے کھیل کی سہولتیں، یونیفارم، فیس کا ڈھانچہ اور اسکول کی

طرف سے دی جانے والی دیگر سہولیات کا معائنہ کرکے حکومت کی طرف سے منظوری کو برقرار رکھنے یا منسوخ کرنے کی تجویز دیتے ہیں، چونکہ بدقسمتی سے آج کل ہر میدان میں رشوت کا لین دین ایک معمول سا بن گیا ہے؛ اس لئے یہ رشوت کے طالب ہوتے ہیں، اور نہ دی جائے تو معمولی بہانوں سے منظوری کو منسوخ کرنے کی تجویز پیش کردیتے ہیں، کیا ایسی صورت میں ان کو رشوت دے کر اسکول کو بچایا جاسکتا ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ:

مکانات کی خرید وفروخت سے متعلق نئے مسائل

انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت مکان ہے، رسول اللہ ﷺ نے کشادہ مکان کو بڑی نعمت قرار دیا ہے، جس شخص کے پاس اپنا ذاتی مکان نہیں ہوتا، اس کو ایک مسافر کی طرح زندگی گزارنی پڑتی ہے؛ اس لئے جس شخص پر نفقہ کی ذمہ داری ہے، قرآن مجید نے اس پر رہائش (مسکن) کی ذمہ داری کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور فقہاء نے بھی نفقہ میں اس ضرورت کو شامل رکھا ہے، خود رسول اللہ ﷺ جب اپنے رفقاء عالی مقام کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائے تو پہلے آپ ﷺ نے مواخات کا نظام قائم فرمایا، جو آپ ﷺ کی حکمت، حسن تدبیر اور انصار کے ایثار کا ایسا نادر واقعہ ہے کہ تاریخ انسانی میں اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی؛ لیکن جہاں جاں نثار میز بانوں نے اپنی قربانی کا نمونہ پیش کیا، وہیں آپ ﷺ کو بھی اس کا لحاظ تھا کہ میز بانوں کو زحمت نہ ہو؛ چنانچہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آپ ﷺ نے جلد ہی اپنے مکان کی فکر فرمائی، اور مہاجرین نے بھی اپنے اپنے مکانات کا انتظام کرلیا۔

اِس وقت صورت حال یہ ہے کہ دنیا میں انسانوں کی ایک قابل لحاظ آبادی مکان کی سہولت سے محروم ہے، خود ہمارے ملک میں بھی بہت سے لوگوں کو سر چھپانے کے لئے چھت تو کیا چھپر بھی میسر نہیں ہے، اس دشواری سے نمٹنے کے لئے حکومت بھی کوشش کررہی ہے، رفاہی تنظیمیں بھی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کوشاں ہیں، اور یہ سرمایہ کاری کا میدان بھی بن چکا ہے؛ بلکہ بڑے اور متوسط شہروں میں یہ سب سے اہم تجارت بن گئی ہے۔

اس سلسلے میں متعدد مسائل ہیں، جو بلڈنگ کے تاجروں اور خریداروں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں، ایسے ہی چند سوالات ذیل میں درج کئے جارہے ہیں:

۱- بعض بڑے شہروں میں سَلَم علاقے (Slum Area) ہیں، جہاں بہت سے لوگ سرکاری اراضی پر جھونپڑیوں میں گزارا کرتے ہیں، معاشی اعتبار سے یہ خط افلاس سے نیچے رہنے والوں میں ہوتے ہیں، حکومت ان میں بسنے والوں کو بہتر زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرنے کی کوشش کرتی ہے، جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بلڈر اِن حضرات سے معاہدہ کرتے ہیں کہ وہ انہیں اتنے اسکوائرفٹ کا مکان بنا کر دیں گے، پھر مختلف مراحل طے کرنے کے بعد حکومت اسے منظور کرتی ہے، اب بلڈر ان جھونپڑیوں کے مکینوں سے مکان خالی کروا کر اس جگہ بلڈنگیں تعمیر کرتا ہے اور ان حضرات کو مکان الاٹ کرتا ہے، نیز حکومت کے قانون کے مطابق کچھ مکانات کو خود فروخت بھی کرتا ہے، اور اپنا فائدہ حاصل کرتا ہے، جس میں مندرجہ ذیل مسائل پیش آتے ہیں:

الف- جب تک یہ مکان تیار نہیں ہوتا، تب تک اس مکان کی فائل صاحب مکان کے پاس ہوتی ہے، ان فائلوں کو لوگ فروخت کرتے ہیں، اس فروخت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب بھی بلڈر مکان بنا کر دے گا تو اس کا مالک فائل خریدنے والا ہوگا، اور یہ سب جھونپڑی مکین اور خریدار کی آپسی مفاہمت سے ہوتا ہے، کیا اس طرح جھونپڑی کے مکین سے فائل خریدنا درست ہوگا؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

ب- بعض مرتبہ مکان بن جاتا ہے، لیکن ابھی یہ بات متعین نہیں ہوتی کہ کس کو کس منزل پر کس نمبر کا مکان دیا جائے گا؟ مگر اصل مالک اور خریدار کی آپسی مفاہمت سے لین دین ہوتی ہے، خریدار بھی اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ مجھے قرعہ اندازی میں جس منزل پر مکان ملے گا، اس پر اعتراض نہیں کروں گا، گویا نزاع کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ کیا اس طرح مکان خریدنا درست ہوگا؟

ج- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مکان مکمل تیار ہوجانے اور مستحق کے قبضہ میں آجانے کے بعد اسے فروخت کیا جاتا ہے، مگر حکومت پانچ یا دس سال تک اسے فروخت کرنے کی اجازت نہیں دیتی؛ اسی لئے یہ خرید وفروخت حکومت کی نظر میں غیر قانونی ہے، یہ مکان متعینہ مدت تک خریدار کے نام پر بھی نہیں ہوتا، اس فروخت کو منع کرنے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ جھونپڑی کے مکین نیا مکان فروخت کرکے دوبارہ کسی اور جگہ جھونپڑا باندھ کر بس جاتے ہیں، جس سے دوبارہ مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں، اور حکومت کا مقصد حاصل نہیں ہو پاتا، تو سرکاری قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس مکان کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہوگا؟

د- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بلڈر خود ان جھونپڑیوں کے مکینوں سے فائل خرید کر کسی اور کو فروخت کردیتا ہے، اس خرید وفروخت کا کیا حکم ہوگا؟

ھ- بعض مرتبہ بلڈر سرکاری افسران کو رشوت دے کر فرضی جھونپڑیوں کی فائلیں بنا کر ان کو فروخت کردیتا ہے، یعنی جھونپڑیاں حقیقت میں موجود نہیں ہوتی ہیں، مگر انہیں کاغذات اور نقشے میں دکھا کر فائلیں بنوائی جاتی ہیں اور پھر انہیں فروخت کردیا جاتا ہے، اور کسی خالی جگہ پر مکانات بنادیئے جاتے ہیں۔

کیا اس طرح فرضی جھونپڑی کی فائل بیچنا بلڈر کے لئے درست ہوگا اور کیا اس طرح فائل خریدنے والا گنہگار ہوگا؟

٢- حکومت خود مکانات بناتی ہے اور اپنے شہریوں میں قرعہ اندازی کے ذریعہ سستے داموں میں فروخت کرتی ہے؛ البتہ قرعہ اندازی میں حصہ لینے والوں کا کچھ خاص شرائط پر پورا اترنا ضروری ہوتا ہے، اس میں بھی قرعہ اندازی میں جس کا نام نکلتا ہے، وہ از روئے قانون ایک متعینہ مدت تک مکان فروخت نہیں کرسکتا، اس طرز پر مکانات کی خرید وفروخت میں بھی چند مسائل پیش آتے ہیں:

الف- کیا حکومت کی طرف سے بطور تعاون کم قیمت میں فروخت کئے ہوئے ایسے مکان کے مالک کا حکومت کی طرف سے متعینہ مدت سے پہلے اس مکان کو فروخت کردینا اور دوسرے شخص کا جانتے بوجھتے اس سے خریدنا درست ہوگا؟

ب- بعض حضرات ان مکانات کی خریداری کی شرائط پر پورے نہیں اترتے مگر فرضی کاغذات، اور سرکاری افسران کو رشوت دے کر مکان خرید لیتے ہیں، کیا یہ عمل درست ہوگا؟

ج- ایسے مکانات میں معذورین کے لئے بھی کوئی حصہ مختص ہوتا ہے، اب اگر غیر معذور، معذور شخص کے ڈاکیومنٹ (کاغذات) کی بنیاد پر یہ مکان خریدے اور معذور شخص کو اس کے کاغذات استعمال کرنے پر پہلے سے متعین کردہ رقم یا خوشی سے کچھ دے دے تو کیا معذور شخص کے لئے اس رقم کا لینا جائز ہوگا؟ نیز اس طرح خود اس کے مکان خریدنے کا کیا حکم ہوگا؟

د- ان مکانات کی خرید کے لئے کاغذی کاروائی میں دلالوں کا اہم رول ہوتا ہے، ان کے بغیر کام ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، تو کیا ان کے لئے اس کام کی دلالی لینا جائز ہوگا؟

٣- بلڈر اپنی زمین پر بلڈنگ بنا کر فلیٹ فروخت کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فلیٹ کی تمام تفصیلات رقبہ، میٹریل کا معیار، سہولتیں وغیرہ واضح کردیتا ہے، اور بلڈنگ کھڑی کرنے سے پہلے ہی کاغذی نقشہ کی بنیاد پر فلیٹ فروخت کرتا ہے، اور لوگ خرید بھی لیتے ہیں، اس طرح

کے لین دین میں چند مسائل پیش آتے ہیں:

الف- بلڈر کے لئے اس طرح مکان بنائے بغیر اسے بیچنا کیا بیع استصناع کے دائرہ میں آئے گا اور اس کے لئے مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا درست ہوگا؟

ب- اگر یہ صورت جائز ہے تو کیا خریدار کے لئے مکان کی تعمیر ہوئے بغیر آگے کسی اور کو بیچنا جائز ہوگا؟ نیز خریدار نے دسویں منزل پر فلیٹ بک کرایا ہے اور تعمیری کام آٹھویں منزل تک پہنچا ہے تو کیا وہ دسویں منزل کا فلیٹ فروخت کرسکتا ہے؟

ج- جس منزل پر فلیٹ بک کرایا ہے، اس کی چہار دیواری کھڑی ہوگئی ہے، چھت بھی پڑ گئی ہے؛ لیکن دیواریں نہیں اٹھی ہیں اور مکان کی شکل نہیں بنی ہے تو کیا اس کو فروخت کرسکتا ہے؟

د- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بلڈر مکان کے خریداروں سے اچھی خاصی رقم وصول کرنے کے طویل عرصہ بعد- واقعی عذر کی وجہ سے کہ بلڈنگ کے سلسلہ میں قانونی تقاضے پورے نہیں ہو پا رہے ہیں، اور کبھی بد دیانتی کی وجہ سے کہ اب قیمت بہت بڑھ چکی ہوتی ہے- ان کو مکان نہ دے کر دوسروں کو زیادہ قیمت میں بیچنا چاہتا ہے، اور خریداروں سے معذرت کرتا ہے کہ اب بلڈنگ نہیں بن سکے گی تو کیا ایسی صورت میں خریداروں کے لئے بلڈر سے اس کو دی ہوئی رقم سے زیادہ وصول کرنا درست ہوگا؟ اس میں خریداروں کو غیر معمولی نقصان ہوجاتا ہے کہ ایک لمبی مدت تک بائع نے رقم پھنسا کر رکھی اور اتنی تاخیر سے لوٹائی کہ اب اس رقم کے عوض اُس علاقہ میں فلیٹ خریدنا ممکن نہیں رہا تو یہاں خریدار کو خسارہ سے بچانے کی کیا صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟

ھ- بعض مرتبہ بلڈر وقت متعینہ پر بلڈنگ نہیں بناتا؛ بلکہ سال دو سال اور کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ تاخیر کردیتا ہے، اگر خریدار نے خود رہائش کے لئے مکان خریدا تھا، تو تاخیر کی وجہ سے اس کو اتنی طویل مدت کرایۂ مکان ادا کرنا ہوگا، جو شہروں میں اچھا خاصا ہوتا ہے، اور اگر سرمایہ کاری کے ارادے سے خریدا ہوگا تو اتنی مدت وہ اپنے سرمایہ پر کسی بھی نفع سے محروم رہے گا تو ایسی صورت میں سرمایہ کاروں کا نقصان ہوتا ہے، یہاں ان کو کس طرح خسارہ سے بچایا جاسکتا ہے؟

۴- بعض دفعہ بلڈر جن لوگوں سے مکان فروخت کرتا ہے، جب حوالگی کی مقررہ مدت مکمل ہوجاتی ہے اور وہ مکان تیار نہیں کرپاتا تو وہ خود خریداروں سے کہتا ہے کہ اب میں تم سے اس مکان کو کرایہ پر لیتا ہوں، جب تک میں آپ کو حوالہ نہ کردوں، میری حیثیت آپ کے کرایہ دار کی ہوگی اور میں مقررہ اجرت ادا کرتا رہوں گا، اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

الف- ابھی مکان کی تعمیر شروع ہی نہیں ہوئی۔

ب- مکان کی تعمیر ناقص ہو، یعنی ابھی قابل رہائش نہ ہوا ہو۔

ج- مکان کی تعمیر ایک حد تک مکمل ہوگئی ہو؛ لیکن جو تفصیلات طے پائی تھیں، ان کے مطابق نہیں بن سکا ہو، تو کیا اس صورت میں اس کے لئے کرایہ لینا درست ہوگا؟

۵- ایک صورت یہ ہے کہ ایک عادم آدمی یا کوئی ایجنٹ بلڈر سے فلیٹ خریدلیتا ہے لیکن کاغذ اپنے نام نہیں بنواتا ہے بلکہ ایک دوسرے گاہک سے اس فلیٹ کو فروخت کردیتا ہے اور اس بلڈر سے کہتا ہے کہ کاغذ اس گاہک کے نام بنادو، اس طرح وہ اپنے نام کاغذ نہ بنواکر اور براہ راست گاہک کے نام رجسٹری کراکے سرکاری ٹیکس سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟

☆☆☆

سوالنامہ:

حیوانات کے حقوق اوران کے احکام

اسلام دین رحمت ہے اوراس نے تمام مخلوقات کے ساتھ رحم دلی کی تعلیم دی ہے،ان میں ایک حیوانات بھی ہیں، یہ انسان کے لئے بہت بڑی نعمت ہے، جو بار برداری کے کام آتی ہے،جن کے چمڑوں سے مختلف ضروری اشیاء تیار کی جاتی ہیں،جن کے بعض اجزاء سے دوائیں بنائی جاتی ہیں، یہ ماحولیات کودرست رکھنے میں بھی اہم کرداراداکرتے ہیں،اوران میں سے بعض وہ بھی ہیں جن کواللہ تعالی نے حلال قراردیاہےاوروہ ہماری غذائی ضروریات کوبھی پوری کرتے ہیں۔

اس وقت دنیا بھرمیں جانوروں کوبچانے کی کوششیں کی جارہی ہیں؛ کیونکہ بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں اور ماحول پر اس کامنفی اثر پڑرہاہے؛اسی لئے جانوروں کے تحفظ اوراس کوانسان کی ظلم وزیادتی سے بچانے کے لئے مختلف قوانین بنائے گئے ہیں، ہمارے ملک میں بھی سرکاری طور پر اس کا مستقل شعبہ قائم ہے،رسول اللہ ﷺ نے جہاں مختلف انسانی حقوق ذکرفرمائے ہیں، وہیں حیوانات کے حقوق کی طرف بھی اشارہ کیا ہے،اورفقہاء نے بھی شریعت کے مقاصداورقرآن وحدیث کی تعلیم کوسامنے رکھتے ہوئے جانوروں کے حقوق کے بارے میں گاہے گاہے روشنی ڈالی ہے،جن کوموجودہ حالات اورضروریات کے پس منظرمیں واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- آج کل چارہ خورجانوروں کے لئے ایسی غذائیں تیارکی جارہی ہیں،جن میں لحمی اجزاءبھی شامل ہوتے ہیں؛ تاکہ وہ تیزی سے بڑھ سکیں،اوران سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایاجاسکے، جوظاہر ہے کہ چارہ خورجانوروں کی فطرت کے خلاف ہے،توکیا یہ عمل جائز ہے؟

۲- جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے اوربعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافے کے لئے انہیں انجکشن لگائے جاتے ہیں،اس سے دودھ اورگوشت کی مقدارمیں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے،اس کا کیاحکم ہوگا؟

۳- حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یااس کے جسمانی حجم کوبڑھانے کے لئے حرام جانورسے اس کااختلاط کرایاجاتا ہے،خاص کر جرسی گائے کے بارے میں سمجھاجاتا ہے کہ یہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہیں؛ اسی لئے ان کے دودھ کی مقدار بہ مقابلہ دوسری گایوں کے کافی زیادہ ہوتی ہے،کیاایک جانورکااس طرح دوسری جنس کے جانورسے اختلاط کرانادرست ہوگا اوراگران میں سے ایک حلال اوردوسراحرام ہوتواس سے پیداہونے والےبچوں پرشرعاکیااثرمرتب ہوگا؟

۴- زینت کےطورپربعض جانورپنجرے میں رکھے جاتے ہیں، جیسے: پرندے، ہرن وغیرہ،ان کوکھانامقصودنہیں ہوتااورنہ ان کی تجارت مقصودہوتی ہے،کیاان کواس طرح رکھنادرست ہوگا؟

۵- انسان کےجذبات شوق کی بھی کوئی سرحدنہیں ہوتی،اس کاایک مظہریہ ہے کہ بعض لوگ خطرناک جانوروں کوپنجروں میں بندکرکے یا باندھ کرر کھتے ہیں، جیسے: شیر،سانپ،خونخوارکتے،اگرکبھی بے قابوہوجائیں توبہت سی انسانی اورحیوانی جانوں کانقصان ہوسکتا ہے،

کیا اس طرح کا شوق پورا کرنے کی شرعاً گنجائش ہوگی؟

۶- جانوروں پر میڈیکل تجربات بھی کئے جاتے ہیں، پہلے انہیں ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں، یا دوائیں دی جاتی ہیں کہ وہ بیمار ہوں، اور پھر ان کے علاج کے لئے امکانی دواؤں کا تجربہ کیا جاتا ہے، کیا اس طرح کے تجربات درست ہوں گے؟

۷- کیا دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینا یا آپریشن کرکے اس میں کوئی آلہ رکھ دینا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہوسکتا ہو، درست ہوگا؟

۸- بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں، اور یہ بات ماحولیات کے لئے نقصان کا باعث بن رہی ہے، اس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے اس کے شکار پر پابندی لگادی گئی ہے، اسی طرح بعض جانوروں کو ملک کی یا کسی ریاست کی حکومت قومی جانور قرار دے دیتی ہے، اور اس طرح کے جانوروں کے شکار کرنے اور ذبح کرنے کی ممانعت ہوتی ہے، یہ ممانعت شرعاً کس حد تک واجب العمل ہے؟

۹- اگر مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں، جہاں کوئی گروہ کسی خاص جانور کو معبود اور مقدس مانتا ہو، اگر اس جانور کو ذبح کیا جائے تو اس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے، یا قانوناً اس کو ذبح کرنے کی پابندی ہے، تو مسلمانوں کا اس سلسلہ میں کیا رویہ ہونا چاہئے؟

۱۰- حکومت جنگلات میں شکار سے منع کرتی ہے، بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے روکتی ہے؛ کیونکہ وہاں موسم کے لحاظ سے دور دراز علاقے کے پرندے آتے ہیں، جن کو 'مہمان پرندہ' کہا جاتا ہے، ان سرکاری قوانین کی رعایت شرعاً کس حد تک واجب ہے؟

۱۱- بعض دفعہ وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے بڑے پیمانے پر جانوروں کو مار دیا جاتا ہے، خاص کر مرغیوں کو مارنے کے واقعات بار بار پیش آتے رہتے ہیں، کبھی ان کو مارنے کے لئے گڑھوں مین زندہ دفن کردیا جاتا ہے اور کبھی ان پر ایسڈ ڈال دیا جاتا ہے، تو امراض کے پھیلاؤ کے خوف سے کیا انہیں مارا جاسکتا ہے اور چونکہ یہ بڑی تعداد میں ہوتے ہیں تو ان کے مارنے کی کیا شکل اختیار کی جاسکتی ہے؟

۱۲- جانوروں کو کن انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے؟ جیسے ہاتھی کے دانت، ہرن کی سینگ اور کھال حاصل کرنے کے لئے وغیرہ۔

۱۳- اسی طرح جو جانور انسان کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں، ان کو مارنے کا کیا حکم ہوگا اور کن حالات میں ان کو مارنے کی اجازت ہوگی؛ کیونکہ وہ جہاں انسان کے لئے مضرت کا باعث ہیں، وہیں ماحولیات کو انسان موافق بنانے میں بھی ایک اہم رول ادا کرتے ہیں۔

۱۴- جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں قرآن وحدیث اور فقہاء کے اجتہادات میں کیا ہدایتیں دی گئی ہیں؟

☆☆☆

تجاویز:

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا ستائیسواں فقہی سمینار ہندوستان کے مشہور تجارتی شہر ممبئی کے حج ہاؤس اور صابوصدیق مسافرخانہ میں مؤرخہ ۲۵-۲۷/نومبر ۲۰۱۷ء کو منعقد ہوا، جس میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سید محمود اسعد مدنی، مولانا عبدالخالق سنبھلی کے علاوہ ملک کے مختلف ریاستوں سے تقریباً ساڑھے تین سو علماء، فقہاء اور ارباب افتاء وقضاء شریک ہوئے، جبکہ بیرونی مہمانوں میں ساؤتھ افریقہ، برطانیہ، ترکی، بحرین، سعودی عرب، افغانستان اور بنگلہ دیش کے علماء ودانشوران کی شرکت رہی۔ اس سمینار میں مندرجہ ذیل چار موضوعات:

۱- طلاق اور اس سے پیدا ہونے والے سماجی مسائل

۲- عصری تعلیمی اداروں سے متعلق شرعی مسائل

۳- مکانات کی خرید وفروخت سے متعلق نئے مسائل

۴- حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

زیر بحث لائے گئے، اور شرکاء سمینار کے درمیان ان پر بحث ومناقشہ کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

۱- طلاق اور اس سے پیدا ہونے والے سماجی مسائل:

۱- عاقل، بالغ لڑکے اور لڑکیاں اپنے رشتۂ نکاح کے سلسلہ میں شرعی اعتبار سے خودمختار ہوتے ہیں اور ان کی رضامندی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے۔ اگر وہ والدین کی رائے کے برخلاف اپنے لئے رشتہ منتخب کرتے ہیں اور نکاح کر لیتے ہیں تو نکاح منعقد ہو جائے گا؛ البتہ پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ شریعت کی ہدایت کے مطابق رشتۂ نکاح بالغ اولاد اور ان کے والدین دونوں کی مرضی اور پسند کی رعایت کے ساتھ انجام پائے، نہ تو اولاد اپنے والدین کے تجربہ اور مشورہ کو نظر انداز کریں اور نہ والدین اولاد کی پسند کو سرے سے ٹھکرائیں؛ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک بالغ لڑکی کا نکاح بھی ولی کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے۔

۲- طلاق کو شریعت نے ”ابغض المباحات“ قرار دیا ہے؛ چنانچہ حتی الامکان اس سے گریز کرنا چاہئے، اور صرف اسی وقت طلاق کا راستہ اختیار کرنا چاہئے جب زوجین کے درمیان باہم نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہ جائے؛ لہٰذا یہ درست نہیں ہے کہ والدین اپنی ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے بیٹے کو مجبور کریں کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور بیٹے پر والدین کی ایسی بات ماننا ضروری نہیں ہے۔

۳- عدت کے بعد مطلقہ کا نفقہ چونکہ سابق شوہر پر شرعاً لازم نہیں ہوتا ہے اس لئے اس مقصد کے لئے عدالت سے رجوع کرنا جائز نہیں اور عدالت سے دلوائی جانے والی ایسی رقم کا استعمال اس کے لئے حلال نہیں۔

۴- اسلام نے مطلقہ کے نکاح کی ترغیب دی ہے، اس لئے مطلقہ خاتون اگر خودکفیل ہے تو اس کے نکاح کے اخراجات خود اس کے ذمہ ہوں گے، ورنہ اس کے نکاح کے اخراجات کی ذمہ داری اس کے اولیاء پر ہوگی، اور اولیاء کو اس کے نکاح کی فکر کرنی چاہئے۔

۵- مطلقہ اگر خودکفیل ہے تو اس کا نفقہ عدت گزرنے کے بعد خود اس کے ذمہ ہے، اگر وہ خودکفیل نہیں ہے تو اس کا نفقہ اس کے اولیاء پر لازم ہے۔ اگر اولیاء استطاعت کے باوجود ادا نہیں کرتے ہیں تو وہ گنہگار ہوں گے، اور اگر اولیاء استطاعت نہ رکھتے ہوں تو مطلقہ کے نفقہ کی

ذمہ داری خاندان کے لوگوں پر اور سماج پر ہوگی، اور جب ایسا کوئی نظم نہ ہو تو علاقائی وقف بورڈ پر اس کی ذمہ داری عائد ہوگی۔

٦- جب باہم نباہ کی صورت باقی نہ رہے اور طلاق کی ضرورت پیش آجائے تو اس وقت صرف ایک طلاق دے کر رشتہ ختم کرنا چاہئے؛ البتہ اگر کسی شخص نے لفظ طلاق یا جملہ طلاق کو تین بار دہراتے ہوئے طلاق دی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میرا مقصد ایک طلاق دینا ہے، دوسری اور تیسری بار میں نے تاکیداً کہا ہے تو ایسی صورت میں مفتی اس سے حلفیہ بیان لے کر ایک طلاق رجعی کا فتوی دے گا؛ جبکہ مفتی محمد عثمان بستوی صاحب کی رائے میں یہ بھی شرط ہے کہ بیوی کو شوہر کے حلف پر اطمینان ہو۔

نوٹ: مفتی نعمت اللہ قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی عبدالرزاق قاسمی (امروہہ)، مفتی یوسف علی صاحب (آسام) مفتی جنید احمد فلاحی (اندور)، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، اور چند دیگر حضرات کے نزدیک اس صورت میں تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی؛ جبکہ مفتی جنید بن محمد پالنپوری کی رائے ہے کہ دیانۃً ایک طلاق واقع ہوگی؛ البتہ عورت کو اپنے آپ پر قابو دینا جائز نہیں ہوگا، اس کو حتی المقدور خلع کی کوشش کر کے علاحدہ ہونا ضروری ہے۔

۲- عصری تعلیمی اداروں سے متعلق شرعی مسائل:

۱- اسلامی ماحول کے عصری تعلیمی اداروں کا قیام مسلمانوں کی ناگزیر ضرورت ہے جن پر ایک بہت بڑے طبقہ کے ایمان و اسلام کی بقا بھی موقوف ہے، اس لئے جن علاقوں میں ایسے ادارے موجود نہ ہوں اُن علاقوں میں بقدر ضرورت اسلامی ماحول کے عصری تعلیمی اداروں کا قیام مسلمانوں کے ذمہ ضروری ہے۔

۲- (الف): عصری ادارے جو مسلمانوں کے زیر انتظام ہوں اُن کا نصابِ تعلیم علوم عصریہ کی ایسی مفید کتابوں پر مشتمل ہو جن سے مطلوبہ مقاصد بحسن وخوبی حاصل ہوں اور وہ دین و اخلاق کے فساد کا سبب بھی نہ بنیں، نیز ہر درجہ میں طلباء کے معیار کے مطابق دینی علوم پر مشتمل ایسی کتابوں کو شاملِ نصاب کرنا لازم ہے، جس سے دین و ایمان کے بنیادی تقاضے مثلاً: توحید و رسالت و آخرت، شرک و کفر، حلال و حرام، طہارت و نجاست، عبادت و معاشرت کے ضروری احکام و مسائل سے، نیز سیرت نبویہ سے بھی واقفیت ہو سکے۔

ب: مخرب اخلاق جنسی تعلیم، دیومالائی کہانیاں، میوزک، ڈانس وغیرہ پر مشتمل مضامین کو اپنے اختیار سے تعلیمی اداروں میں داخل کرنے کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں۔

ج: اگر کسی قانونی مجبوری کی بنا پر خلاف شرع مضامین پر مشتمل نصاب کو داخل کرنا پڑ جائے تو حتی الامکان تربیت یافتہ اساتذہ و معلمین اور دینی و اخلاقی مضامین کے ذریعہ اُن کے نقصانات کے ازالہ کی کوشش بھی لازم ہوگی۔

۳- مالی وسائل کی کمی یا مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والے اسکول و کالجز کی عدم موجودگی یا کسی اور مجبوری کی بنا پر اگر بچوں کو ایسے اسکولوں میں داخل کرنا پڑے جن کا نصابِ تعلیم غیر شرعی اور غیر اخلاقی مضامین پر مشتمل ہو تو بدرجہ مجبوری بچوں کو تعلیم کے لئے بھیجنے کی گنجائش تو ہوگی، لیکن اُن کے دین و ایمان کے تحفظ کے لئے درج ذیل امور کا اہتمام کرنا بھی لازم اور ضروری ہے:

(الف) توحید و رسالت کی اہمیت، (ب) کفر و شرک اور بت پرستی کی قباحت ذہن نشین کرنے کا مسلسل نظام بنایا جائے، (ج) بچوں کو خالی اوقات میں دینی مراکز و مکاتب سے بھی مربوط کیا جائے، (د) خود والدین، اقرباء اور پورے گھر کا ماحول اسلامی بنانے کی فکر و سعی کی جائے، (ہ) ساتھ ہی اسلامی ماحول کے عصری اداروں، نیز بچوں کے ذہن و سمجھ کے مطابق دین اسلام سے متعلق مفید و موثر رسائل و میگزین پڑھنے

کے لئے فراہم کی جائیں۔

۴-(الف): اسلام بے حیائی وفحاشی کے تمام دروازوں کو بند کرنا چاہتا ہے، اس لئے اجنبی مرد وعورت کے درمیان آزادانہ میل جول کو ناجائز قرار دیتا ہے، خواہ یہ عبادت گاہوں میں ہو یا تعلیم گاہوں میں، یا کھیل کود اور تفریح کے میدانوں میں، اس لئے قریب البلوغ بچے اور بچیوں کے لئے علاحدہ تعلیمی نظام قائم کرنا لازم ہے، کسی مسلم انتظام کار کے لئے از خود اپنے کالج اور اداروں میں مخلوط تعلیمی نظام کو فروغ دینا شرعاً جائز نہیں۔

ب: علاحدہ نظام تعلیم کی سب سے محفوظ اور بہتر شکل یہ ہے کہ دونوں کی بلڈنگیں، دونوں کے کلاس روم میں داخل ہونے اور نکلنے کے راستے اور قضائے حاجت کے مقامات بھی بالکل علاحدہ علاحدہ ہوں، اور اگر اس میں مشکلات ودشواریاں ہوں تو ایک ہی بلڈنگ اور کلاس روم میں طلبہ وطالبات کی نشست گاہوں کے درمیان مستقل آڑ قائم کر کے تعلیمی نظام کی گنجائش ہے۔

ج: مالی وسائل کی قلت یا قانونی مجبوری کی صورت میں اگر مذکورہ بالا صورتوں اور شکلوں کو اختیار کرنا ممکن نہ ہو تو طلبہ وطالبات کی نشست گاہوں کو الگ الگ قائم کرنے کی بدرجہ مجبوری گنجائش ہے؛ بشرطیکہ درج ذیل امور کا اہتمام کیا جائے:

(۱) اُن کی نشست گاہوں کے درمیان دوری اس قدر ہو کہ بآسانی اختلاط نہ ہو سکے۔

(۲) لڑکیاں پورے ساتر لباس کے ساتھ ہوں اور حجاب میں ہوں۔

۵- شریعت اسلامیہ نے دروغ گوئی اور کذب بیانی کو حرام قرار دیا ہے، خواہ یہ دروغ گوئی خلاف حقیقت حلف نامہ یا جعلی سرٹیفکٹ کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں ہو، اس کی تمام صورتیں شرعاً منع ہیں، اس لئے عمر سے متعلق جھوٹا حلف نامہ تیار کرنا درست نہیں ہے۔

۶-(الف): اسکول کی ڈریس (یونیفارم) میں درج ذیل باتوں کا لحاظ ضروری ہے:

(۱) ستر پوش ہو، (۲) باریک وچست نہ ہو، (۳) طلبہ وطالبات کا لباس ایک دوسرے کے مشابہ نہ ہو، (۴) دوسری قوموں کا مذہبی شعار نہ ہو۔

ب: اگر اسکول کی انتظامیہ نے غیر شرعی یونیفارم کو لازم قرار دے رکھا ہو اور اس کے بغیر کالجوں واسکولوں میں داخلہ ممکن نہ ہو اور اس نظام کو بدلنے کی بھی کوئی صورت نہ ہو نیز کوئی متبادل اسکول بھی موجود نہ ہو تو بدرجہ مجبوری ایسے اسکولوں میں داخلہ لینے کی گنجائش ہے؛ البتہ غیر ساتر یونیفارم اور مخلوط نظام تعلیم کی صورت میں لڑکیوں کو ایسی تعلیم گاہوں میں داخل کرنا جائز نہ ہوگا۔

۷- تعلیم ایک اہم ترین خدمت ہے، لہذا اس کی فیس بقدر ضرورت ہی ہونی چاہئے، اس کو تجارت اور نفع خوری کا ذریعہ بنانا انتہائی قبیح ونا پسندیدہ عمل ہے۔

۸- تعلیمی اداروں میں جب تک داخلہ باقی ہے اُس وقت تک اسکول انتظامیہ کا غیر حاضری کے ایام کی فیس وصول کرنا جائز ہے۔

۹- عصری اداروں میں تعلیم پانے والے بچے اگر شرعی اعتبار سے مستحقِ زکوۃ ہوں تو ان کو شرعی اصولوں کے مطابق اس حد تک زکوۃ ادا کی جا سکتی ہے جس سے دوسرے مستحقین محروم نہ رہ جائیں۔

۱۰- اسلام توحید ورسالت کے باب میں انتہائی حساس ہے، کفر وشرک کے ادنی شائبہ والے کسی قول وعمل کی کوئی گنجائش نہیں، اس لئے مشرکانہ ترانے (وندے ماترم، گیتا کے اشلوک وغیرہ) کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں، نہ کسی مشرکانہ فعل کی کوئی اجازت ہے۔ اگر قانونی مجبوری ہو تو جلد از جلد اُس کا متبادل قائم کرنا اور قانونی چارہ جوئی کرنا بھی لازم ہے۔ انتظامیہ کی طرف سے مشرکانہ قول وفعل پر جبر کی

صورت میں مسلمانوں کا ایسے اسکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کرانا جائز نہیں۔

۱۱- جنسیات کی مروجہ تعلیم فحاشی اور اخلاقی بگاڑ کا سبب ہونے کی بنا پر شرعاً جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر حکومت کی طرف سے اس کی تعلیم کو لازم قرار دیا جائے تو بچوں کے معیار کے مطابق اسلامی احکام واقدار پر مشتمل کتابوں کو ترتیب دے کر اپنے نصاب کا حصہ بنانا چاہئے۔

۱۲- تفریحی وطبی سرگرمیوں کے نام پر طلبہ وطالبات کے درمیان اختلاط بھی شرعاً ناجائز ہے خواہ اختلاط کی جو بھی شکلیں ہوں؛ البتہ اختلاط کے بغیر ہر صنف کے لئے مناسب طبی وتفریحی سرگرمیوں کا علاحدہ علاحدہ نظم کیا جائے تو یہ جائز ہوگا، اسی طرح سے سنجیدہ مفید مکالمہ کا ہر صنف کے لئے الگ الگ پروگرام کرانا جائز ہوگا۔

۱۳- مجسمے اور تصاویر سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے، اگر کسی مفید تعلیمی مقصد سے ان کے استعمال کی ضرورت محسوس ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

۱۴- اسکول کے نصاب میں لڑکے لڑکیوں میں سے ہر صنف کے لئے مستقبل میں پیش آنے والی ضروریات کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

۱۵- جنسی شعور بیدار ہونے کے بعد جہاں تک ہوسکے ہر صنف کے لئے اُسی جنس کا معلم وٹیچر مقرر کرنا ضروری ہے۔ اگر ضرورت ومجبوری ہو تو شرعی حدود کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے جنس مخالف کا معلم واستاذ مقرر کرنے کی گنجائش ہے۔

۱۶- رشوت دینا شرعاً واخلاقاً بہت بڑا جرم ہے، نیز معاشرے کی بہت سی خرابیوں کا یقینی سبب ہے، اس لئے عام حالات میں شرعاً اس کی اجازت نہیں۔ اگر کسی خاص حالت میں اس کی مجبوری پیش آئے تو کسی قریبی مستند ماہر عالم سے شرعی حکم معلوم کرکے عمل کیا جائے۔

۳- مکانات کی خرید وفروخت سے متعلق نئے مسائل:

آج مورخہ ۲۷/۱۱/۲۰۱۷ء کو تجویز ساز کمیٹی کی نشست میں شرکاء نے درج ذیل تجاویز پر اتفاق کیا:

۱- جھونپڑی مکین کا بلڈر یا دوسرے سے مکان کی فائل کا عوض لینا جائز ہے، بشرطیکہ قانون کے خلاف نہ ہو۔

۲- جھونپڑی مکین کیلئے مکان بننے کے بعد مکان نمبر کی تعیین ہونے سے پہلے اس کو فروخت کرنا درست ہے، جبکہ باعث نزاع نہ ہو۔

۳- مکان مکمل تیار ہوجائے اور مستحق کے قبضہ میں آجائے تو اس کے بعد بھی سرکاری قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کی خرید وفروخت درست نہیں ہے؛ البتہ خرید وفروخت کا معاملہ کرلیا گیا تو بیع نافذ رہے گی۔

۴- بلڈر کے لئے فرضی جھونپڑیوں کی فائل فروخت کرنا، ناجائز ہے، اور جانتے بوجھتے ان سے خریدنا بھی ناجائز ہے۔

۵- حکومت کی طرف سے بطور تعاون کم قیمت میں فروخت کئے ہوئے مکان کے مالک کو حکومت کے قانون کی پاسداری کرنی چاہئے، لیکن اگر بیچ ہی دے تو بیع نافذ رہے گی۔

۶- شرائط پر پورے نہ اترنے کی صورت میں فرضی کاغذات اور سرکاری افسران کو رشوت دے کر مکان خریدنے کا عمل درست نہیں ہے۔

۷- غیر معذور کا معذورین کے کاغذات کی بنیاد پر مکان خریدنا جائز نہیں ہے، اور نہ ہی معذور کے لئے اپنے حق سے دستبردار ہوکر کوئی عوض لینا درست ہے۔

۸- شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ کاغذی کارروائی وغیرہ کرانے والے دلال کی طے شدہ اجرت جائز ہے۔

۹- بلڈنگ میں بھی استصناع درست ہے؛ لہذا بلڈر کا کاغذی نقشہ کی بنیاد پر فلیٹ فروخت کرنا اور لوگوں کے لئے خریدنا جائز ہے۔

۱۰- مکان کے خریدار کے لئے مکان پر قبضہ حاصل ہونے سے پہلے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۱- یہ بات درست ہے کہ عقد کے وقت ہی شرط لگادی جائے کہ اگر بلڈر مقررہ وقت میں مکان تیار نہیں کرے گا، تو خریدار کو خسارہ سے بچانے کیلئے حقیقی نقصان کے بقدر قیمت میں کمی کردے گا۔

۱۲- کسی معقول عذر کے بغیر بلڈر کی تاخیر سے ہونے والے نقصان سے سرمایہ کاروں کو بچانے کی شکل یہ ہے کہ روزانہ کے حساب سے قیمت میں سے متعینہ رقم کے وضع کرنے پر عقد کے وقت ہی اتفاق کرلیا جائے۔

۱۳- مطلوبہ اوصاف کے ساتھ مکان تیار نہ ہونے کی حالت میں بلڈر کا کرایہ پر لینا درست نہیں ہے؛ البتہ حقیقی خسارہ کے بقدر مالی معاوضہ کی شرط عقد کے وقت ہی لگانا درست ہے۔

اور اگر عقد کے وقت شرط نہ لگائی گئی ہو تو بعد میں باہمی رضامندی سے جو معاوضہ طے ہوجائے اس کے لینے کی گنجائش ہے۔

۱۴- کوئی ایجنٹ یا عام آدمی بلڈر یا کسی اور سے تیار شدہ فلیٹ خرید کر دوسرے گاہک کو فروخت کردے، اور کسی وجہ سے اسی کے نام براہ راست رجسٹری کرادے تو یہ درست ہے۔

نوٹ بابت اختلاف رائے:

تجویز نمبر (۱): جھونپڑی اپنی جگہ موجود ہو تو فائل کو بیچنا اور خریدنا درست ہوگا، اور اگر بلڈر اسے منہدم کرچکا ہو تو اب فائل خریدنا درست نہیں ہوگا۔ (مفتی جنید محمد پالنپوری)

تجویز نمبر (۱۰): قبضہ حاصل کئے بغیر دوسرے سے بیچنا درست ہے۔ (مولانا محمد رجیب، کیرالا)

۴- حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام:

اسلام دین رحمت ہے، اس نے جس طرح غریبوں، محتاجوں، بیکسوں، اور دوسرے انسانوں کے ساتھ ہمدردی کی تعلیم دی ہے ویسے ہی جانوروں کے ساتھ بھی مکمل حسن سلوک اور مشفقانہ برتاؤ کا حکم دیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالی نے انہیں انسانی خدمت اور منافع کے لئے پیدا کیا ہے مگر ان سے نفع اٹھانے کے بھی حدود متعین ہیں جن کی رعایت لازم ہے۔ ان کے ساتھ کوئی ایسا رویہ نہ برتا جائے جس سے سنگدلی کا احساس ہوتا ہو۔ اس پس منظر میں درج ذیل تجاویز منظور کی جاتی ہیں:

۱- ہر جانور کو اس کی فطرت کے مطابق غذا دی جانی چاہئے؛ تاہم جانوروں کو لحمی اجزاء پر مشتمل غذا دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ نجس اور مضرنہ ہو۔

۲- انسان اور جانور کی صحت کے لئے مضر نہ ہو تو دودھ اور گوشت میں اضافہ کے لئے جانوروں کو انجکشن لگانا درست ہے؛ البتہ دودھ نکالنے میں جانور کی صحت اور اس کے بچہ کی رعایت کی جائے۔

۳- اگر جانوروں میں غیر جنس سے اختلاط کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہو تو وہ بچہ مادہ کے تابع ہوگا۔

نوٹ: امام شافعی کے نزدیک بچہ نر و مادہ میں سے جو خسیس ہو اس کے تابع ہوگا جیسے بکری اور کتّے کے اختلاط سے پیدا ہوا تو کتّے کے تابع ہوگا (مفتی عمر بن یوسف کوکنی)۔

۴- جانوروں کے مناسب کھانے پینے کے معقول انتظام کے ساتھ تکلیف سے بچاتے ہوئے ان کو بطور زینت پنجرے وغیرہ میں رکھنے

کی گنجائش ہے۔

۵- محض شوق کی تکمیل کے لئے خونخوار اور موذی جانوروں کو پالنا درست نہیں ہے۔

۶- انسانی مفاد کے لئے جانوروں پر میڈیکل تجربات کئے جاسکتے ہیں۔

۷- دواؤں کے لئے جانور کو بے ہوش کرکے ان کے کسی عضو کو نکالنا یا ان کے جسم میں کوئی آلہ رکھ دینا درست ہے بشرطیکہ یہ عمل اس کی دائمی تکلیف کا باعث نہ ہو۔

۸- جانوروں کی نسل کی حفاظت، ماحولیات کے تحفظ یا کسی اور مقصد سے حکومت کی طرف سے کسی جانور کے شکار پر پابندی لگادی جائے تو اس قانون کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

۹- اگر کسی حلال جانور کو ذبح کرنے سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی خطرہ میں پڑسکتی ہو یا قانوناً اس کے ذبح پر پابندی ہو تو اس کی وجہ سے وہ حلال جانور حرام نہیں ہوگا؛ البتہ ایسے جانور کو ذبح کرنے سے مسلمانوں کو احتیاط برتنی چاہئے۔

۱۰- جنگلی جانور یا پرندے جن کا شکار کرنا حکومتی قانون کی رو سے ممنوع ہو تو ایسے قانون کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

۱۱- متعدی وبائی امراض کو روکنے کے لئے متاثر جانوروں کو مارا جاسکتا ہے؛ البتہ زندہ جلانا یا زندہ دفن کرنا شرعاً درست نہیں۔

۱۲- موذی جانوروں کے ضرر سے بچنے کے لئے اسے مارنا درست ہے بشرطیکہ ان کی ایذا رسانی کا اندیشہ ہو۔

✧ ✧ ✧